اردو ترجمہ دیوان متنبّی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قافیۃ الھمزۃ

(۱) قال وقد امرہ سیف الدولۃ باجازۃ ابیات الخ: (ص:۶۲)

o اے مجھے ملامت کرنے والے! اس شخص سے ملامت کو روک لے جس کو بیماری اور نامرادی کی درازی نے کمزور اور لاغر کر دیا ہے۔

(۱) اے ملامت کرنے والے! دل (تجھ سے زیادہ) اپنی بیماری سے واقف ہے اور اپنی پلک اور آنسو پر تجھ سے زیادہ حق رکھتا ہے۔

(۲) مجھے میرے محبوب کی قسم! میں عشق و محبت کے معاملہ میں تیری بات ہرگز نہ مانوں گا، محبوب کی قسم اور اس کے حسن و جمال کی قسم۔

(۳) کیا میں محبوب کو چاہوں اور اس کے بارے میں ملامت کو بھی پسند کروں؟ (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا) کیوں کہ اس کے بارے میں ملامت اس کے دشمنوں سے ہے۔

(۴) چغل خوروں کو ملامت کرنے والوں پر اور ان کی اس بات پر حیرت ہوئی کہ تو اس چیز کو چھوڑ دے کہ جس کو چھپانے سے ہم تجھے کمزور اور عاجز پاتے ہیں۔ (انھیں اس بات پر تعجب اس لیے ہوا کہ جب عاشق، عشق کے چھپانے سے عاجز ہے تو اسے چھوڑنے سے تو اور زیادہ عاجز ہوگا اس لیے اسے عشق سے رشتہ توڑنے کا مشورہ دینا باعث حیرت ہے۔)

(۵) صحیح معنوں میں تو دوست وہی ہے جس کے دل سے میں کسی کو چاہوں اور اس آنکھ سے میں دیکھوں جس کے سوا آنکھ سے وہ نہ دیکھے۔

(۶) اندوہ رسانی (ملامت) کے ذریعہ سوزش عشق پر (عاشق کی) مدد کرنے والے کے لیے زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہ عاشق کے ساتھ مہربانی اور بھائی چارہ کا برتاؤ کرے۔

(۷) (اے ملامت کرنے والے) ملامت ترک کر دے کیوں کہ وہ عاشق کی بیماریوں میں سے ہے، اور نرمی سے کام لے کیوں کہ کان اس کے اعضا میں سے ہے۔

(۸) (اے ملامت کرنے والے) مان لے کہ ملامت تیرے نزدیک نیند کی طرح لذیذ ہے جو عاشق کی شب بیداری اور گریہ وزاری کی وجہ سے تجھ سے دور ہوچکی ہے (تو اسی طرح ملامت بھی تجھ سے دور ہونی چاہیے، اور اس کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔)

(۹) عاشق کو اس کے جذبات عشق کے بارے میں ملامت مت کر یہاں تک کہ نتیجہ یہ ہو کہ تیرا دل اس کے دل میں ہو جائے۔

(۱۰) یقیناً وہ قتیل محبت جو اپنے آنسوؤں میں لت پت ہے اسی مقتول کی طرح ہے جو اپنے خون میں لت پت ہے۔

(۱۱) عشق کی قربت، معشوق ہی کی طرح گرفتارِ عشق کے نزدیک لذیذ اور شیریں ہوتی ہے حالاں کہ وہ اس کی جان لے لیتا ہے۔

(۱۲) اگر تو غم زدہ مریض محبت سے کہے کہ میں اس غم و اندوہ پر قربان ہو جاؤں جس میں تو مبتلا ہے تو اپنی اس فداکاری سے تو اسے غیرت دلا دے گا کہ اپنے غم و اندوہ پر وہ خود ہی قربان ہو جائے۔

(۱۳) امیر (سیف الدولہ) حسیناؤں کی آنکھوں کی محبت سے محفوظ رہے، کیوں کہ یہ وہ لازوال درد ہے جو نہ اس کی بہادری سے زائل ہوگا اور نہ اس کے جود و سخا سے۔

(۱۴) یہ ایک ہی نظر میں مسلح بہادر کو اپنا اسیر بنا لیتی ہے اور اس کے دل اور صبر کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔

(۱۵) میں نے مصائب وحوادث کے وقت تجھے اس طرح پکارا کہ اس پکار کا سننے والا اپنے ہم سروں کے ساتھ مقابلہ کے لیے نہیں بلایا گیا۔ (یعنی حوادث زمانہ تیرے ہمسر نہیں۔ تجھ سے کمزور اور کمتر ہیں۔ اور ان میں تجھ سے مقابلہ کی تاب نہیں۔)

(۱۶) تو بلا تاخیر تو زمانے کے اوپر، نیچے، آگے اور پیچھے سے گرجتا ہوا (میری مدد کے لیے) آیا۔ (یعنی تو نے مکمل طور پر حوادث ومصائب سے میری حفاظت کی تاکہ کسی طرف اور کسی طرح سے حملہ کر کے وہ مجھے تکلیف نہ پہنچا سکیں۔)

(۱۷) کون ہے جو آہنی تلواروں کے لیے اس بات کی ضمانت لے کہ سیف الدولہ اپنی اصل، اپنے جوہر اور وفاداری میں ان کا ہم نام اور ہم پلہ ہو جائے۔ (یعنی اس بات کی ضمانت کوئی نہیں لے سکتا، کیوں کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔)

(۱۸) آہنی تلوار ڈھالی گئی تو اپنی جنس سے ہوئی، اور علی (سیف الدولہ) اپنے آباواجداد سے بنا۔ (تو جس طرح اس کے آبا واجداد شریف اور بہادر تھے اسی طرح وہ شریف اور بہادر ہوا۔)

(۲) و استزاده سيف الدولة فقال ايضا : (ص:٦٦)

(۱) ملامت گر عورتوں کی ملامت میرے حیران وسرگشتہ دل کے اردگرد ہے، اور محبوبوں کی چاہت دل کے سیاہ نقطہ میں ہے (جو دل کے بیچ میں ہوتا ہے۔)

(۲) ملامت، ملامت کرنے والیوں سے دل کی حرارت اور گرمی کا شکوہ کرتی ہے، اور جب وہ ملامت کرتی ہیں تو وہ دل کی سخت حرارت اور تپش کے باعث اس میں جانے سے گریز کرتی ہے۔

(۳) اے ملامت گر! میری جان اس بادشاہ پر قربان جس کو خوش کرنے کے لیے میں نے تجھ سے زیادہ ملامت کرنے والوں کو ناراض کر دیا۔

(۴) اگر وہ سارے دلوں کا مالک ہو گیا ہے تو (اس میں حیرت کی کیا بات ہے) وہ تو زمین و آسمان سمیت سارے زمانہ کا مالک ہو چکا ہے۔

(۵) سورج اس کے حاسدوں میں سے ہے، فتح ونصرت اس کے ساتھیوں میں سے ہے اور سیف (تلوار) اس کے ناموں میں سے ہے۔

(۶) یہ تینوں چیزیں اس کی تین خصلتوں کے ہم پلہ کہاں ہو سکتی ہیں، اس کی خوبصورتی، خودداری اور تیز کاری کے۔

(۷) زمانے گزرتے گئے اور اس کی نظیر نہ لا سکے، اور اب جب کہ وہ آ گیا تو اس جیسے افراد کو پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

(۳) و قال يمدح الحسين ابن اسحق التنوخي الخ : (ص:٦٨)

(۱) اے ابن اسحٰق! حیرت ہے کہ تم میری دوستی سے انکار کرتے ہو اور کسی اور کے پانی کو میرے برتن سے سمجھتے ہو۔

(۲-۳) کیا میں یہ جاننے کے بعد بھی تمہارے بارے میں کوئی بیہودہ بات زبان پر لا سکتا ہوں کہ تم آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے بہتر، دشمنوں کے لیے تلوار کی دھار سے زیادہ بدمزہ اور معاملات میں تقدیر سے زیادہ کارگر ہو۔

(۴) اور ابھی میری عمر بیس برس سے زیادہ نہیں ہوئی تو میں درازی عمر سے کیسے اکتا جاؤں گا؟ (یعنی تمہاری برائی اور مذمت کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، تو اگر میں عمر دراز ہو گیا ہوتا اور زندگی سے تنگ آ گیا ہوتا تو تیری ہجو کرتا۔)

(۵) ابھی تو میں اپنے مدحیہ قصیدہ میں تمہاری خوبیوں ہی کا احاطہ نہ کر سکا کہ برائی کر کے اس میں سے کچھ گھٹاؤں۔ (یعنی ابھی تو تیرے محاسن وکمالات کا بیان ہی باقی ہے جن کی تکمیل میرے لیے ضروری ہے، ابھی تیری ہجو اور مذمت کا کیا سوال؟)

(۶) فرض کر لو کہ میں نے کہہ دیا کہ یہ صبح رات ہے، تو کیا ساری دنیا روشنی سے اندھی ہو جائے گی؟

(۷) تم ان حاسدوں کی بات مان لیتے ہو حالاں کہ تم ایسے باعظمت انسان ہو کہ میں تم پر قربان ہوں اور یہ حاسدین مجھ پر۔

(۸) جو شخص میرے کلام اوران کی لغو بیہودہ بات کے درمیان تمیز نہیں کرتا وہ خود ہی اپنی ہجو کرنے والا ہے۔

(۹-۱۰) یقیناً یہ حیرت انگیز باتوں میں سے ہے کہ تم مجھے دیکھنے (اور جاننے پہچاننے) کے بعد بھی ان کے برابر ٹھہراؤ جو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں، اورتم ان کی موت کا انکار کرتے ہو حالاں کہ میں سہیل ستارہ ہوں۔ان حرامیوں (کیڑوں مکوڑوں) کی موت لے کر طلوع ہوا ہوں۔

(۴) وقال يمدح ابا علي هٰرون بن عبد العزيز الاوراجي الكاتب الخ: (ص۷۰)

(۱) اندھیرے میں تیرے ملنے سے رقیب مطمئن ہو گئے اس لیے کہ تو جہاں ہوتی ہے وہاں اندھیرے کی بجائے روشنی ہوتی ہے۔

(۲) اس حسینہ کی حرکت---جب کہ وہ مشک کی مانند ہے---اس کی پردہ دری کرتی ہے، اور رات میں اس کا چلنا---جب کہ وہ خورشید حسن و جمال ہے---اس کا راز فاش کر دیتا ہے۔

(۳) مجھے اس غم کے چلے جانے کا غم ہے جس کے ادراک لذت سے تو نے مجھے غافل و مدہوش کر دیا تو اس غم کی کیفیت مجھ پر پوشیدہ ہو گئی ہے۔(اردو کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا غم کے جانے کا نہایت غم رہا)

(۴) مجھے جسمانی بیماری کے جاتے رہنے کا شکوہ ہے کیوں کہ وہ اس وقت تھی جب تک میرے اعضائے جسم باقی تھے۔(اب جب کہ راہِ عشق میں پیہم صدمات سے دوچار ہونے کی وجہ سے میرے اعضا گھل گئے تو وہ بیماری بھی جاتی رہی، کہ جب اعضا ہی نہ رہے تو بیماری کسے لاحق ہو گی؟)

(۵) تو نے میرے قلب و جگر میں اپنی آنکھوں کی مانند زخم بنا دیا ہے، اب تیری آنکھ اور میرا زخم دونوں ایک طرح کے ہو گئے۔ دونوں کشادہ ہیں۔

(۶) تیری نگاہ مضبوط زرہ کو توڑ کر میرے جسم میں نفوذ کر گئی، جب کہ (وہ زرہ اتنی مضبوط تھی کہ) بسا اوقات اس میں گندم گوں سیدھے نیزے بھی ٹوٹ جاتے تھے۔

(۷) میں (ثابت قدمی اور استحکام میں) وادی کی مضبوط چٹان ہوں جس سے سیلاب ٹکرائیں (اور ہٹا نہ سکیں) اور میں (بلند گفتاری میں) برج جوزا ہوں۔

(۸) جب میری حقیقت کسی کم عقل جاہل سے پوشیدہ رہ جائے تو میں اسے معذور سمجھتا ہوں، کیوں کہ اندھی آنکھ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔

(۹) راتوں کی خصلتیں یہ ہیں کہ وہ میری اونٹنی کو اس شک وشبہ میں ڈال دیتی ہیں کہ ان راتوں میں میرا سینہ زیادہ کشادہ ہے یا لق ودق صحرا۔

(۱۰) تو وہ اونٹنی اس طرح رات کاٹتی ہے کہ اس کی چربی میں لاغری چلتی اور اثر کرتی رہتی ہے جیسے اونٹنی اس صحرائے ناپیدا کنار میں چلتی رہتی ہے۔

(۱۱) اس کے کجاوے کی رسیاں لمبی ہیں، اس کے پیر زخمی ہیں، اور اس کا راستہ اچھوتا ہے۔(جس پر پہلے کوئی نہیں چلا ہے۔)

(۱۲) اس میں ماہر اور تجربہ کار راہبر ہلاکت کے ڈر سے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔

(۱۳) میرے اور ابوعلی کے درمیان اسی کی طرح بلند پہاڑ حائل ہیں، اور ان بلند پہاڑوں کی مانند ہی (مجھے اس سے) امیدیں ہیں۔

(۱۴) اور کوہِ لبنان کی گھاٹیاں ہیں، اور انھیں کیسے طے کر سکتا ہوں جب کہ یہ جاڑے کا موسم ہے، اور وہاں کی گرمی کا موسم بھی جاڑا (کی طرح سرد) ہوتا ہے۔

(۱۵) وہاں کی برف نے میرے لیے راستوں کو مشتبہ بنا دیا ہے گویا وہ سفید ہونے کے باوجود سیاہ ہے۔

(۱۶) (جیسے برف کی سفیدی نے خلاف عادت سیاہی کا کام کیا ہے) اسی طرح جب (میرا) سخی ممدوح کسی شہر میں قیام کرتا ہے تو (خلاف عادت) سونا بہنے لگتا ہے اور پانی جم جاتا ہے۔

(۱۷) بارش کے قطرے جم گئے اور اگر بارش کے پھترا سے دیکھ لیتے جس طرح بارش نے اسے دیکھا ہے تو بکاربکارہ جاتے اور نہ برستے۔
(۱۸) اس کی تحریر میں ہر دل کی خواہش ہے، یہاں تک کہ ایسا لگتا ہے کہ اس کی روشنائی لوگوں کی خواہشات ہی ہیں۔
(۱۹) اس کی قربت میں ہر ایک آنکھ کے لیے ٹھنڈک ہے، یہاں تک کہ آنکھوں سے اس کا اوجھل ہو جانا آنکھوں میں تنکا پڑنے کے مترادف ہے۔ (یعنی آنکھوں کو اس کے دیکھنے سے راحت ملتی ہے اور نہ دیکھنے سے درد والم ہوتا ہے۔)
(۲۰) (میرا ممدوح) وہ ہے جو کارناموں کو انجام دینے میں وہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ شعرا (کے خیالات اور تصورات) اس کے عمل سے پہلے وہاں نہیں پہنچ سکتے۔
(۲۱) روزانہ اس کے کانوں میں اشعار کی گردش اور آمد و رفت رہتی ہے، اور اس کے کانوں کے لیے توجہ سے انھیں سننا رہتا ہے۔
(۲۲) اور (روزانہ اشعار کی جانب سے) اس کے جمع کیے ہوئے مال میں ایک لوٹ مچی رہتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ ہر شعر میں ایک مسلح لشکر جرار موجود ہے۔
(۲۳) یہ وہ شخص ہے جو کمینوں پر انھیں اس بات کی تکلیف دے کر ظلم کرتا ہے کہ وہ اس کے ہمسر و ہم پلہ ہو جائیں۔
(۲۴) ہم ان کمینوں کو برا کہتے ہیں حالاں کہ انھیں کے ذریعہ ہم نے ممدوح کے فضل و کمال کو جانا ہے، اور ساری چیزیں اپنی ضدوں سے ہی واضح اور آشکارا ہوتی ہیں۔
(۲۵) (میرا ممدوح) وہ ہے جس کا فائدہ اس میں ہے کہ اسے لڑائی کے لیے آمادہ کیا جائے اور اس کو چھوڑ دینے میں اس کا نقصان ہے، کاش! اس کے دشمن اس راز کو سمجھ لیتے۔
(۲۶) تو صلح، جود و عطا کے سبب اس کے مال کے دونوں بازوؤں سے اتنا توڑ دیتی ہے کہ جنگ ہی اسے جوڑتی ہے۔ (یعنی لڑائی میں وہ جس قدر دشمنوں کا مال لوٹتا ہے صلح و امن کے زمانہ میں اسی قدر سائلوں کو دے ڈالتا ہے۔)
(۲۷) وہ اس قدر بخششیں کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ کی بخششوں سے دوسروں پر بخششیں کی جاتی ہیں، اور اس کی رائے کو دیکھ کر رائیں قائم کی جاتی ہیں۔
(۲۸) اس کی قوتیں ایک ہیں اور (دوستوں اور دشمنوں کے لیے) اس کے ذائقے الگ الگ ہیں گویا وہ بیک وقت خوش حالی بھی ہے اور بدحالی بھی۔
(۲۹) گویا وہ ہو بہو وہی ہے جس کو اس کے دشمن نہیں چاہتے جب کہ وہ ان چیزوں کا پیکرِ مجسم ہے جن کو اس کے سائلین چاہتے ہیں۔
(۳۰) اے وہ شخص جس کی جان (سائلوں کی طرف سے) اسے عطا کر دی گئی ہے کیوں کہ اس کے پاس اس کی کوئی مانگ نہیں آتی (اگر اس کی مانگ آتی تو اسے بھی سائل کو عطا کر دیتا۔)
(۳۱) تو (جان کا سوال نہ کرنے پر) اپنے سائلین کا شکریہ ادا کر۔۔۔ خدا کرے ان کی عدم موجودگی اور نایابی کا صدمہ تجھے نہ پہنچے ۔۔۔ اس لیے کہ جو چیز انھوں نے نہیں لی اس کا چھوڑنا اسے عطا کرنے ہی کے مترادف ہے۔
(۳۲) مردوں کی کثرت اور زندوں کی قلت اسی وقت ہوتی ہے جب کہ تیرے غضب کے باعث زندوں کو بد نصیبی لاحق ہو جائے (اور وہ تیرے قتل کا شکار ہوں)
(۳۳) کسی کا دل اپنے اندر پوشیدہ کسی چیز سے نہیں پھٹتا، یہاں تک کہ اس میں تیری عداوت اور تیرا کینہ سما جائے۔
(۳۴) اے ہارون! تیرا یہ نام اس کے بعد ہی رکھا گیا کہ تیرے نام کے ساتھ اور ناموں نے جھگڑا کیا اور قرعہ اندازی ہوئی (بالآخر اس نام کا قرعہ نکلا۔)

(۳۵) تو تم ایسے ہو گئے کہ تمہارا نام تمہاری ذات میں کوئی شریک وسہیم نہیں رکھتا جب کہ لوگ تمہارے ہاتھ میں رہنے والے مال میں برابر کے شریک ہیں۔

(۳۶) تیرا چرچا اتنا عام ہوا کہ سارے شہر تجھ سے (تیرے ذکر جمیل سے) بھرے ہوئے ہیں، اور تو اتنا آگے بڑھ گیا کہ یہ مدح وثنا حقیر وکم تر ہو گئی ہے۔

(۳۷) تو نے اتنی سخاوت کی کہ اس کی آخری حد تک پہنچ جانے کی وجہ سے قریب ہے کہ تو پلٹ کر بخل کرنے لگے جیسے غایت مسرت سے کبھی رونا آتا ہے۔

(۳۸) تو نے (سخاوت میں) ایسی چیز ایجاد کی کہ اس کا آغاز تجھی سے جانا جاتا ہے، اور پھر تو نے اسے دوبارہ اس طرح کیا کہ وہ ایجادِ ثانی ہو گئی۔ (خلاصہ یہ ہے کہ تو ہر وقت سخاوت اور فیاضی میں نئی نئی راہیں ایجاد کرتا ہے۔)

(۳۹) تو فخر اپنی کوتاہی کی وجہ سے تجھ سے کنارہ کش ہے، اور بزرگی وشرافت (تیرے اندر) کچھ اضافہ کیے جانے سے بَری ہے۔

(۴۰) جب تجھ سے سوال کیا جاتا ہے تو اس لیے نہیں کہ تو سائلوں کو سوال کا حاجت مند بناتا ہے (بلکہ اس لیے کہ تجھے سائلوں کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے۔) اور جب تو پوشیدہ ہوتا ہے تو عطیات اور بخششیں تیری چغلی کھاتی ہیں۔ (یعنی وہ تیرا پتا بتا دیتی ہیں اور تیری نشان دہی کر دیتی ہیں۔)

(۴۱) اور جب تیری تعریف کی جاتی ہے تو اس لیے نہیں کہ تو اس کے ذریعہ سربلندی حاصل کرے، (بلکہ وہ ایسے ہی ہے جیسے) شکر گزار بندے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔

(۴۲) اور جب تجھ پر بارش ہوتی ہے تو اس لیے نہیں کہ تو قحط سے دوچار ہے، سرسبز وشاداب زمین بھی سیراب کی جاتی ہے اور سمندروں پر بھی بارش ہوتی ہے۔

(۴۳) بادل نے تیرے جود وعطا کی نقل نہیں اُتاری، اسے تو (تیری سخاوت وفیاضی کو دیکھ کر) بخار آ گیا ہے، تو اس کی بارش اس کے بخار کا پسینہ ہے۔

(۴۴) (تیرے) اس رخِ تاباں کے سامنے ہمارے دن کا سورج بے شرمی کا منھ لے کر ہی آتا ہے۔ (کیوں کہ تیرے رخِ تاباں کی درخشانی کے سامنے اس کے نور کی کوئی حیثیت نہیں، تو اس کا تیرے سامنے آنا بے شرمی ہی ہے۔)

(۴۵) تو کس قدم سے تو بلندیوں کی طرف چلا۔ ماہِ نو کی ادھوڑی تیرے تلووں کا جوتا بنے۔

(۴۶) زمانہ اپنے حوادث سے تیری ڈھال بن جائے، اور موت اپنے صدمات سے تجھ پر قربان ہو۔ (یعنی زمانہ تیری ہلاکت سے پہلے ہلاک ہو جائے، اور موت تیری موت سے پہلے مر جائے۔)

(۴۷) اگر تو اس مخلوق سے نہ ہوتا جو تیری ہی وجہ سے ہے تو حضرت حوا اپنی نسل کی پیدائش سے بانجھ رہ جاتیں۔

(۵) و غنّى المغني فقال : (ص۷۹)

(۱) اے اس آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے بہتر شخص! یہ گانے والا کیا کہہ رہا ہے؟۔

(۲) تیری طرف میری آنکھوں کے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کی وجہ سے تو نے مجھے اس نغمہ کی خوبی سے غافل کر دیا ہے، (اس لیے اس کا گیت مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔)

(۶) و بنى كافور دارا بازاء الجامع الاعلىٰ على البركة الخ: (ص۷۹)

(۱) مبارکبادیں تو ہمسروں کو دی جاتی ہیں اور دور والوں میں سے ان کو جو قریب آئیں۔

(۲) اور میں تو تیرا ایک جز ہی ہوں، اور کوئی عضو دوسرے اعضا کو خوشیوں پر مبارکباد نہیں دیتا۔

(۳-۴) میں ان مکانات کو تیرے لیے کم تر سمجھتا ہوں اگر چہ اس عمارت کی اینٹیں ستارے ہوں اور ان میں گرنے والا پانی سفید چاندی کا ہو۔

(۵) تو اس سے بلند رتبہ ہے کہ زمین یا آسمان کی کسی جگہ کے بارے میں تجھے مبارک باد دی جائے۔
(۶) جب کہ سارے لوگ، سارے شہر اور زمین و آسمان کے درمیان چرنے والے جانور تیری ہی ملکیت ہیں۔
(۷) اور تیرے باغات عمدہ گھوڑے اور وہ سمہری نیزے ہیں جنھیں یہ گھوڑے اٹھائے ہوتے ہیں۔
(۸-۹-۱۰) سخی ابوالمسک تو بس ان بلند مراتب پر فخر کرتا ہے جن کی وہ تعمیر کرتا ہے، اور ان ایام پر جو اس حالت میں گزرے کہ جنگ کے سوا اس کا کوئی گھر نہیں تھا، اور ان زخموں پر جو اس کی چمکتی ہوئی شمشیر براں نے دشمنوں کی کھوپڑیوں میں لگائے ہیں۔
(۱۱) اور اس مشک پر (فخر کرتا ہے) جو اس کی کنیت کا جز ہے، مگر وہ یہ (معمولی اور عام) مشک نہیں بلکہ وہ مدح وثنا کی خوشبو ہے۔
(۱۲) وہ ان عمارتوں پر فخر نہیں کرتا جنھیں شہر کے باشندے سبزہ زاروں میں بناتے ہیں، اور نہ ان (خوشبوؤں) پر جو عورتوں کے دل اپنی جانب مائل کرتی ہیں۔
(۱۳) جب تو اس مکان میں اترا تو وہ مکان آب وتاب اور شرف وبلندی میں پہلے سے بہتر درجہ میں آ گیا۔ (کیوں کہ مکان کی زینت مکین سے ہوتی ہے، اور اسی سے مکان کے شرف وبلندی کا تعین ہوتا ہے۔)
(۱۴) اس گھر میں پھولوں کے اُگنے کی جگہ بزرگیوں اور نعمتوں کا مُنبت اتر آیا۔
(۱۵) جب بھی سورج نکلتا ہے تو اسے ایک کالے روشن سورج سے رسوا کر دیتا ہے۔
(۱۶) یقیناً تیرے لباس میں جس میں شرف اور بڑائی خود موجود ہے ایک ایسی روشنی ہے جو ہر روشنی کو بے وقعت بنا دیتی ہے۔
(۱۷) کھال تو ایک لباس ہی ہے اور نفس کی سفیدی اور روشنی لباس کی سفیدی اور صفائی سے بہتر ہے۔ (یعنی باطن کی طہارت اور صفائی ظاہر کی طہارت اور صفائی سے بہتر ہوتی ہے۔)
(۱۸) (تیرے اندر) بہادری کے ساتھ سخاوت، رونق وخوش نمائی کے ساتھ ذکاوت اور وفاداری کے ساتھ قدرت وطاقت ہے۔ (یعنی تو ان تمام اوصاف حمیدہ کا جامع ہے۔)
(۱۹-۲۰) ان گورے اور خوب رو بادشاہوں کے لیے کون اس بات کی ضمانت لیتا ہے کہ یہ اپنے رنگ وروپ کو استاد (کافور) کے رنگ وروپ سے بدل لیں، تا کہ جنگ جُو لوگ انھیں ان (ڈری سہمی) نگاہوں سے دیکھیں، جن سے جنگ کی صبح وہ کافور کو دیکھتے ہیں۔
(۲۱) اے ہر خطہ ارضی میں ساری آنکھوں کے مرکز امید! تیرے دیدار کے سوا میری اور کوئی تمنا نہیں۔
(۲۲) یقیناً تجھ سے میری ملاقات ہونے سے پہلے ہی ہلاکت خیز صحراؤں نے میرے گھوڑوں اور توشے، پانی کو ختم کر دیا ہے۔
(۲۳) تو تو نے میرے لیے جس چیز کا ارادہ کیا ہے، مجھے اس پر مقرر کر دے، کیوں کہ میں شیر دل اور آدمی صورت ہوں۔
(۲۴) اور میرا دل بادشاہوں کا سا ہے اگر چہ میری زبان شعرا کی سمجھی جاتی ہے۔

(۷) و عرض عليه سيفا ابو محمد بن عبيد الله بن طغج الخ: (ص۸۲)

(۱) میں ایک تلوار دیکھ رہا ہوں جو صیقل گروں کو دہشت میں ڈالنے والی اور ہر سرکش غلام کے لیے سزاوار اور مناسب ہے۔
(۲) کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو--- اور مجھ پر تمہارے سابقہ احسانات بھی ہیں--- کہ تمہارے لیے میں اسے اس نوجوان پر آزماؤں؟۔

(۸) و قال عند وروده الى الكوفة يصف منازل طريقه الخ: (ص۸۳)

(۱-۲) سنو! ہر ناز وانداز سے چلنے والی عورت ہر برق رفتار اونٹنی پر اور ہر تیز رفتار بجّادی اونٹنی پر قربان ہو جائے جو گردن موڑ کر دوڑنے والی ہے، اور عورتوں کی نازک خرامی سے مجھے کچھ سروکار نہیں۔ (یعنی میں عیاش، آرام طلب اور زن پرست نہیں ہوں بلکہ سفر پیشہ اور جفاکش ہوں، اس لیے عمدہ برق رفتار اونٹنیوں کا میں دلدادہ ہوں، ناز وادا سے چلنے والی حسیناؤں سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔)

(۳) مگر وہ اونٹنیاں زندگی کی رسیاں ہیں (کہ وہ انسان کی زندگی کو ہلاکت سے بچاتی ہیں) اور دشمنوں کو دھوکہ دینے اور مصیبتوں کو دور کرنے کا سامان ہیں۔

(۴) میں نے انھیں جواری کے پانسہ پھینکنے کی طرح لق ودق میدان میں ڈال دیا، یا اِس کے لیے یا اُس کے لیے (یعنی یا تو نجات اور کامیابی ملے گی یا تباہی اور نامرادی ہاتھ آئے گی۔)

(۵) جب یہ (دشمنوں سے) خوف زدہ ہو جاتیں تو عمدہ گھوڑے، چمکتی تلواریں اور گندم گوں نیزے ان کے آگے بڑھ جاتے۔

(۶) پھر یہ چشمۂ نخل کے پاس سے اس حالت میں گزریں کہ ان کے سوار ساری دنیا اور خود اس چشمہ سے بے نیاز تھے۔

(۷) یہ شام کے وقت مقام نقاب اس حالت میں پہنچیں کہ یہ ہمیں وہاں سے وادیِ میاہ اور وادیِ قریٰ (سے گزرنے والے راستوں میں سے کسی ایک کو اپنانے) کا اختیار دے رہی تھیں۔

(۸) ہم نے ان اونٹنیوں سے کہا کہ عراق کی سرزمین کہاں ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہی تو ہے، (یعنی قریب ہی ہے زیادہ دور نہیں۔) اور اس وقت ہم مقام تُربان میں تھے۔

(۹) یہ مقام حِسمیٰ میں پچھوائی ہوا کے چلنے کی طرح (برق رفتاری اور نشاط کے ساتھ) اس سمت کا رخ کرتے ہوئے چلیں جدھر سے پروائی ہوا بہتی ہے۔ (حاصل یہ کہ یہ پچھم سے پورب کی طرف چل رہی تھیں۔)

(۱۰) یہ کفاف، کبد الوہاد اور وادی غَضیٰ کے ارادے سے (چلیں) جو کہ مقام بُویرہ کے پڑوس ہی میں واقع ہے۔

(۱۱) انھوں نے مقام بُسَیطہ کو شتر مرغوں اور نیل گایوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے چادر کے کاٹنے کی طرح قطع کیا۔ (یعنی وہ ایسا مقام تھا جہاں انسانی آبادی کا نام ونشان نہ تھا، ہر طرف صحرائی جانوروں کے غول اور ریوڑ آزادانہ گھوم پھر رہے تھے۔)

(۱۲) وہ (مقام بسیطہ کو طے کرتے ہوئے) مقام عُقدۃ الجوف تک پہنچیں یہاں تک کہ انھوں نے چشمۂ جَراوی سے اپنی کچھ پیاس بجھائی۔

(۱۳) صبح کے ساتھ مقام صَوَّار اور چاشت کے ساتھ مقام شَغوران کے سامنے نمودار ہوا۔

(۱۴) ان کی برق رفتاری نے مقام جُمَیْعِی میں شام کے وقت اور مقام اَضَارِع پھر مقام دَنا میں صبح کے وقت انھیں پہنچا دیا۔

(۱۵) اللہ رے! اعکش کی رات کیسی عجیب تھی جس کی ساری بستیاں سیاہ اور نشان ہائے راہ پوشیدہ تھے۔

(۱۶) ہم چشمۂ رُہَیمہ پر اترے جو اعکش کے وسط میں واقع ہے جب کہ رات کا بقیہ حصہ گزرے ہوئے حصہ سے زیادہ تھا۔ (یہ ترجمہ اس صورت میں ہوگا جب کہ "جَوْزِہٖ" کی ضمیر کا مرجع اعکش ہو، اور اگر اس کا مرجع "لیل" ہو تو ترجمہ یہ ہوگا:) ہم مقام رہیمہ میں آدھی رات کے قریب پہنچے جب کہ رات کا بقیہ حصہ گزرے ہوئے حصہ سے زیادہ تھا۔

(۱۷) پھر جب ہم نے اپنے اونٹ بٹھائے تو ہم نے اپنے نیزے، اپنے کارناموں اور سربلندیوں کے درمیان گاڑ دیے۔ (یعنی نیک نامی اور نمایاں کارناموں کے ساتھ ہم نے مصر سے کوفہ تک کا یہ سفر پورا کیا۔ عربوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب وہ کہیں قیام کرتے تو سواریوں سے اتر کر اپنے نیزے زمین پر گاڑ دیا کرتے تھے۔)

(۱۸) اور ہم نے اپنی تلواروں کو چومتے ہوئے اور انھیں دشمنوں کے خون سے صاف کرتے ہوئے رات گزاری۔ (کیوں کہ انھوں نے دوران سفر دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ہمارا بھرپور ساتھ دیا تھا۔)

(۱۹-۲۰) تاکہ مصر، عراق اور عواصم کے رہنے والے جان لیں کہ میں جواں مرد ہوں اور میں نے (سیف الدولہ کے ساتھ) وفاداری کی، اور (کافور کے ظلم سے) انکار کیا، اور میں نے اس کے ساتھ سرکشی کی جس نے میرے ساتھ سرکشی کی (اس سے مراد کافور ہے۔)

(۲۱) ہر آدمی ایسا نہیں کہ جو کہہ دے پورا کرے، اور نہ ہر شخص ایسا ہے کہ اس پر ذلت مسلط کی جائے تو وہ اسے برداشت کرنے سے انکار کر دے۔

(۲۲) اور جس کا دل (عزم وحوصلہ اور شجاعت وجواں مردی میں) میرے دل کی طرح ہوگا وہ ہلاکت کا دل چیر کر عزت وسرخروئی حاصل کرلے گا۔

(۲۳) اور دل کے لیے آلۂ عقل کا ہونا ضروری ہے اور ایسی رائے بھی جو سخت چٹان کو پھاڑ ڈالے۔

(۲۴) اور جواں مرد جو راہ چلتا ہے اس کے پیروں کے اندازے کے مطابق ہی اس میں قدموں کے فاصلے ہوتے ہیں۔ (یہ ایک کہاوت ہے جیسے فارسی میں ہے: فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست۔)

(۲۵) کمینہ خادم (یعنی کافور) ہماری رات سے بے خبر ہوکر سوتا رہا، وہ پہلے ہی سے بے بصیرتی اور بے عقلی کی نیند سو رہا تھا نہ کہ عام معمول کی نیند۔ (اسی لیے وہ میری قدر ومنزلت پہچان نہ سکا۔)

(۲۶) باہم قربِ مکانی کے باوجود میرے اور اس کے درمیان اس کی نادانی اور بے عقلی کے لق ودق صحرا حائل تھے۔

(۲۷) میں اس خصی (کافور) کو دیکھنے سے پہلے یہی سمجھتا تھا کہ سر، عقلوں کی قرارگاہ ہیں۔

(۲۸) پھر جب میں اس خُصی کی عقل تک پہنچا (اور اس کی حماقت اور بے عقلی دیکھی) تو میں نے محسوس کیا کہ عقلیں خُصیوں میں ہوتی ہیں۔ (اور چوں کہ اس کے خصیے نکال لیے گئے ہیں اس لیے اس کے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں رہ گئی۔)

(۲۹) اور مصر میں کیا کیا ہنسانے والی چیزیں ہیں، مگر یہ ہنسا رونے کی مانند ہے۔ (یعنی یہ ہنسنے نہیں، رونے کا مقام ہے کہ اہم ترین مناصب ایسے بے عقلوں اور احمقوں کے سپرد کردیے گئے ہیں۔)

(۳۰) وہاں دیہاتیوں میں سے ایک عجمی گنوار ہے جو بادیہ نشیں (عربوں) کے نسب کا سبق پڑھاتا ہے۔ (اس سے مراد کافور کا وزیر ہے۔)

(۳۱) وہاں ایک کالا کلوٹا حبشی ہے، جس کا اونٹوں جیسا ہونٹ اس کے جسم کا نصف حصہ ہے، جس سے وہاں کہا جاتا ہے کہ آپ تاریکیوں کے مہ کامل ہیں۔

(۳۲) وہ شاعری جس سے میں نے اس گینڈے کی تعریف کی ہے وہ شعر اور جادو منتر کے درمیان ایک چیز ہے۔

(۳۳) تو وہ اس کی مدح وثنا نہیں تھی بلکہ سارے انسانوں کی مذمت تھی۔

(۳۴) کچھ لوگ اپنے بتوں سے تو گمراہ ہوئے ہیں لیکن ہوا کی مَشک سے تو کوئی گمراہ نہیں ہوا۔ (یعنی حیرت ہے کہ اس کی رعایا کیسے اس کی حکمرانی کو تسلیم کرتی اور اس کی اطاعت کرتی ہے، اس کی نہ تو سیرت اچھی ہے اور نہ صورت۔)

(۳۵) وہ بت تو خاموش پیکر ہیں۔ (اس لیے ان کے عیوب پوشیدہ ہیں) اور یہ بولتا ہے جب اسے ہلاتے ہیں تو یادتو پادتا ہے یا بکواس کرتا ہے۔ (اس لیے اس کے عیوب تو ہر ایک پر عیاں ہیں، پھر بھی حیرت ہے کہ لوگ کس طرح اس کی گمراہی کے پھندے میں پھنس گئے، اور اسے اپنا حاکم اور مطاع مان لیا۔)

(۳۶) اور جو شخص اپنی قدر ومنزلت سے نا آشنا ہوتا ہے تو دوسرا شخص اس کے وہ عیوب دیکھ لیتا ہے جنھیں وہ خود نہیں دیکھ پاتا۔

(۹) و عاب قوم عليه علو الخيام فقال: (ص۸۸)

(۱) لوگوں نے کہا کہ خیمے امیر (سیف الدولہ) سے بلند ہیں، میں نے اسے تسلیم کرنے سے کلی طور پر انکار کردیا۔

(۲) میں نے تمہارے اوپر ثریا کی بلندی کو بھی تسلیم نہیں کیا ہے، اور نہ آسمان کو تم سے بلند مانتا ہوں۔ (تو خیموں کی کیا حقیقت ہے۔)

(۳) (جب تم شام سے نکلے) تو وہاں کی سرزمین کو تم نے اس قدر وحشت ناک بنادیا کہ وہاں کے پُر بہار مقامات سے تم نے حسن ودل کشی کا لباس چھین لیا۔

(۴) تم سانس لیتے ہو جب کہ علاقۂ عواصم تم سے دس دن کی مسافت پر ہوتا ہے پھر بھی اس کی خوشبو (وہاں کی) ہوا میں محسوس کی جاتی ہے۔

(۱۰) و قال يهجو السامري : (ص۸۹)

(۱) اے سامری، ہر دیکھنے والے کے مسخرے! تو سمجھ گیا حالاں کہ تو سب سے بڑا بے وقوف ہے؟۔
(۲) تو مدح کے قابل نہ ہوا تو تو نے کہا کہ میری ہجو کی جاتی ہے، گویا تو ہجو سے حقیر و کم تر نہیں؟۔ (حالاں کہ تو اس لائق بھی نہیں کہ کوئی صاحب سخن تیری ہجو کر کے اپنا وقت برباد کرے۔)
(۳) تجھ سے پہلے میں نے کسی بے کار کام کے متعلق نہیں سوچا اور نہ ہی اپنی تلوار کسی ذرہ ناچیز میں آزمائی۔

قافية الباء

(۱۱) و قال و هو يسايره إلى الرَّقة الخ : (ص۸۹)

(۱) تمھاری ذات سے میری آنکھ کو روزانہ ایک حصہ ملتا ہے جس سے وہ ایک تعجب خیز چیز میں حیران رہ جاتی ہے۔
(۲) اس (آہنی) تلوار کا پرتلہ ایک تلوار پر ہے، اور اس بادل کی بارش ایک بادل پر ہے۔ (دوسری تلوار اور بادل سے مراد ممدوح ہے۔)

و زاد المطر فقال : (ص۹۰)

(۳) زمین اس بادل سے (کچھ عرصہ بعد) خشک ہو جائے گی اور اس نے زمین کو (ہریالی کا) جو لباس پہنایا ہے وہ پرانا اور بوسیدہ ہو جائے گا۔
(۴) اور زمانہ تجھ سے ہمیشہ شاداب رہے گا، اور تیری بارش ہمیشہ رَواں رہے گی۔
(۵) صبح و شام کو اٹھنے والے بادل تیرے ساتھ اس طرح چلتے ہیں جیسے خوش و خرم دوست ایک ساتھ چلتے ہیں۔
(٦) یہ تجھ سے جود و عطا سیکھ کر اس کی نقل کرتے ہیں، اور تیرے شیریں اخلاق سے عاجز رہتے ہیں۔ (کیوں کہ تو اپنے سائلوں کو خوش روئی کے ساتھ عطا کرتا ہے اور یہ بادل ترش روئی کے ساتھ رونی صورت بنا کر۔)

(۱۲) و امره سيف الدولة باجازة هذا البيت : (ص۹۰)

o میں کوچ کی صبح گڑیا نما حسیناؤں کے بیچ سے ہو کر نکلا تو (اے محبوبہ) دل اور آنکھ کے نزدیک تجھ سے زیادہ شیریں اور لذیذ میں نے کسی کو نہ پایا۔

فقال أبو الطيب :

(۱) اے لوگوں میں سب سے زیادہ سیدھا تیر میرے دل پر چلانے والے، اور زرہ پوشوں کو بغیر جنگ کے ہی قتل کرنے والے! میں تجھ پر قربان۔
(۲) اہل محبت میں محبت کے احکام ہی کچھ انوکھے اور نرالے ہیں، اس لیے تو ایسا ہے کہ تیری وعدہ خلافی زیبا اور تیرا جھوٹ پسندیدہ ہے۔
(۳) اور جن اعضا پر وار کرنے سے انسان مر جاتا ہے، میرے وہ اعضا جنگ میں وار سے محفوظ ہوتے ہیں، مگر محبت میں کام آجاتے ہیں (دل و جگر تیغ آہن کا تو شکار نہیں ہوتے مگر تیغ محبت کا شکار ہو جاتے ہیں)
(۴) جس کی پلکوں کے درمیان تیری جیسی آنکھیں پیدا کر دی جائیں وہ دشوار چڑھائی کی جگہ میں عمدہ اور سہل اتار کی جگہ پالیتا ہے۔ (یعنی ہر مشکل کام اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔)

(۱۳) و قال يعزيه بعبده يماك : (ص۹۱)

(۱) اللہ تعالیٰ امیر (سیف الدولہ) کو غمزدہ نہ کرے، کیوں کہ میں بھی اس کے حالاتِ (شادمانی و غم) سے حصہ لیتا ہوں۔ (یعنی اس کی خوشی سے خوش اور اس کے غم سے غمزدہ ہوتا ہوں۔)

(۲) جس نے ساری دنیا والوں کو خوشی بخشی پھر وہ غم کی وجہ سے روئے تو وہ ان تمام آنکھوں اور دلوں کے ساتھ روئے گا جن کو اس نے خوشی سے ہم کنار کیا۔

(۳) اگر چہ یہ دفن ہونے والا اس کا محبوب ہے، لیکن میرے محبوب کا محبوب بھی میرے دل میں محبوب ہے۔

(۴) ہم سے پہلے بھی لوگ اپنے پیاروں سے جدا ہوئے ہیں، اور موت کے علاج نے ہر طبیب کو عاجز اور بے بس کر دیا ہے۔

(۵) ہم دنیا کے اندر بعد میں آئے۔ اگر سب کے سب دنیا والے زندہ رہتے تو یہاں ہم لوگوں کا آنا جانا اور چلنا پھرنا دوبھر ہو جاتا۔

(۶) آنے والا زبردستی چھیننے والے کی طرح دنیا کا مالک بن بیٹھتا ہے، اور جانے والا لٹے پٹے شخص کی طرح اس دنیا سے جدا ہو جاتا ہے۔

(۷) اگر موت نہ آتی تو اس دنیا میں شجاعت و سخاوت اور جواں مردوں کے صبر کی کوئی اہمیت نہ ہوتی۔

(۸) جانے والوں کی زندگیوں میں سب سے وفادار اس شخص کی زندگی ہے جس نے بڑھاپے کے بعد اس کا ساتھ چھوڑا ہو۔

(۹) بخدا یماک میرے دل میں ہر ایسے ترکی النسل غلام کی محبت چھوڑ گیا جو وہاں سے یہاں لایا گیا ہو۔

(۱۰) حالانکہ ہر گورے چہرے والا مبارک نہیں ہوتا، اور نہ ہر تنگ چشم شریف ہوتا ہے۔ (خیال رہے کہ ترک گورے چہرے اور چھوٹی آنکھوں والے ہوتے ہیں۔)

(۱۱-۱۲) بخدا! اگر یماک کے بارے میں ہم پر غم واندوہ کا ظہور ہوا ہے (تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں) کیوں کہ یہ غم تو ہر شمشیر بُرّاں کی دھار میں ظاہر ہو چکا ہے، اور تیراندازی میں مقابلے کے دن ہر کمان میں، اور سواری کے دن ہر عمدہ گھوڑے میں ظاہر ہو چکا ہے۔

(۱۳) اس کے لیے یہ بات ناگوار تھی کہ وہ اپنی کسی عادت میں خلل ڈالے اور تو اسے کسی کام کے لیے پکارے اور وہ جواب نہ دے۔

(۱۴) جب میں اسے تیرے پاس کھڑا دیکھتا تھا تو میں ایک باادب یال دار شیر کو دیکھتا تھا۔

(۱۵) تو اگر وہ (یماک) ایک عمدہ اور نفیس گوہر تھا جسے تم نے کھو دیا تو یہ کھونا ایک ایسے شخص کے ہاتھوں سے ہوا جو بہت لٹانے والا، ممتاز شریف اور بڑا اداتا ہے۔

(۱۶) گویا موت ہر شریف آدمی پر ظلم ڈھاتی ہے جب تک وہ اپنی شرافت کو عیوب کی پناہ میں نہ دے دے / یا جب تک وہ اپنی شرافت کو عیوب و نقائص کا تعویذ نہ پہنا دے۔

(۱۷) اگر ہم لوگوں کو یک جا کرنے کے سلسلے میں زمانے کے احسانات نہ ہوتے تو ہم اس کے مظالم سے غافل ہوتے اور ہمیں اس کے جرائم کا احساس بھی نہ ہوتا۔

(۱۸) جب کوئی محسن احسان کو ادھورا اور نامکمل رکھے تو اس سے اچھا یہ ہے کہ احسان ہی نہ کرے (بلفظ دیگر) محسن کا ترک احسان بہتر ہے جب وہ احسان کو ناتمام رکھے۔

(۱۹) سارے بنی نزار جس کے غلام ہوں بلاشبہ وہ کسی پردیسی کو غلام بنانے سے بے نیاز ہے۔

(۲۰) سیف الدولہ جیسے (نامور) شخص کی غلامی کے لیے اس کی بے لوث اور مخلصانہ محبت اور عقل مند کے فخر کے لیے اس کا قرب کافی ہے۔

(۲۱) سیف الدولہ کو (اس صدمہ پر صبر کے) عوض میں، جر و ثواب دیا جائے کہ یہ بزرگ ترین ثواب دینے والے کی جانب سے بڑا ثواب پانے والا ہے۔
بڑا ثواب ہے / یا یہ نہایت بزرگ ثواب دینے والے کی جانب سے بڑا ثواب پانے والا ہے۔

(۲۲) یہ ایسے گھوڑوں کا شہسوار ہے کہ خون نے جن کے سینوں کو شرابور کر دیا ہے، وہ دشوار تنگ مقام میں نیزہ بازی کرتا ہے۔

(۲۳) وہ جنگوں میں ریشمی خیموں کو ناپسند کرتا ہے، اس کے خیمے تو جنگ کے گردوغبار ہی ہوتے ہیں۔ (یعنی وہ جفاکش اور بہادر ہے، عیش پرست اور بزدل نہیں۔)

(۲۴) اگر نفع بخش ہوتو ہم پر تیری مدد کرنا فرض ہے دلوں کو چاک کر کے، گریبان چاک کر کے نہیں۔

(۲۵) کچھ غم زدہ ایسے ہوتے ہیں جن کی پلکیں نہیں بھیگتیں اور کچھ بھیگی پلکوں والے غم زدہ نہیں ہوتے۔

(۲۶) اپنے والدین کے بارے میں سوچ کر تسلی حاصل کرلو کہ تم (پہلے تو ان کے غم میں) روئے تھے پھر جلد ہی خوشی کا موقع آ گیا تھا۔

(۲۷) جب شریف آدمی کا نفس پریشاں حالی اور بے صبری سے اپنی مصیبت کا سامنا کرتا ہے تو پلٹ کر پھر اس کے پیچھے خوش دلی اور صبر وتحمل لاتا ہے۔

(۲۸) غمگین بے چین شخص کو اپنی آہ وفغاں سے (ایک دن سکون پانا ہے) یا تو فوراً صبر کر کے سکون ہو یا رونے سے تھک ہار کر سکون ہو۔

(۲۹) تمھارے کتنے آباو جداد ہیں کہ اپنی آنکھ سے تم نے ان کا چہرہ بھی نہیں دیکھا تو ان کے پیچھے تم نے آنسوؤں کے ڈول نہیں بہائے۔ (جب اپنوں کے ایسے صدمات پر صبر کیا تو ایک اجنبی غلام پر صبر کرنا کیا مشکل ہے؟۔)

(۳۰) حاسدین کی جانیں تم پر قربان ہو جائیں، کیوں کہ وہ تمھاری موجودگی اور غیر موجودگی دونوں حالت میں مبتلاے عذاب ہیں۔ (شیخ سعدی فرماتے ہیں: ع

حسود را چہ کنم کو زخود برنج در است)

(۳۱) وہ شخص ہمیشہ رنج ومشقت ہی میں رہتا ہے جو سورج کی روشنی سے جلتا ہے، اور اس کی نظیر لانے کی کوشش کرتا ہے۔

(۱۴) و قال يمدحه و يذكر بناء ه مرعش : (ص۹۶)

(۱) اے کاشانۂ محبوب! ہم تجھ پر قربان! اگر چہ تو نے ہمارے درد وکرب کو دوبالا کر دیا ہے، کیوں کہ تو کبھی اس خورشید حسن وجمال کا مشرق ومغرب تھا۔

(۲) حیرت ہے کہ ہم نے اس (محبوبہ کے گھر) کے نشانات کیسے پہچان لیے جس نے نشانات کی شناخت کے لیے نہ ہمارے پاس دل چھوڑا ہے اور نہ عقل۔

(۳) ہم اس محبوب کے احترام میں جو اس گھر سے دور ہو گیا کجاووں سے اتر کر پیدل چل رہے ہیں (اُسے ہم اس بات سے محترم سمجھتے ہیں) کہ اس کے مسکن پر سوار ہو کر فروکش ہوں۔

(۴) کاشانۂ محبوب کے ساتھ سفید (برسنے والے) بادلوں نے جو کچھ کیا اس پر ہم ان کی مذمت کرتے ہیں اور وہ جب بھی ہمارے سامنے رونما ہوتے ہیں، عتاب کے لیے ہم ان سے منھ پھیر لیتے ہیں۔

(۵) جو شخص عرصۂ دراز تک دنیا کے ساتھ رہے تو وہ اس کی نظر میں اتنی بدلی ہوئی معلوم ہوگی کہ اس کے سچ کو وہ جھوٹ سمجھے گا۔

(۶) صبح وشام کے اوقات سے میں کیسے لطف اندوز ہو سکتا ہوں جب تک وہ نسیمِ (محبت) دوبارہ نہ چلے جو (اس وقت) چلی تھی۔

(۷) دیارِ حبیب کو دیکھ کر میں نے اس وصل کو یاد کیا (جو اتنا مختصر تھا) کہ گویا میں اس میں کامیاب ہی نہ ہوا، اور اس (مختصر سی) زندگی کو یاد کیا کہ گویا چھلانگ لگا کر جس کو میں نے طے کیا ہے۔

(۸) اور آنکھوں سے فتنہ انگیز اور محبت میں ہلاکت خیز محبوبہ کو (یاد کیا) جس کی خوشبو کسی بوڑھے تک پہنچ جائے تو وہ جوان ہو جائے۔

(۹) اس کا بدن ان موتیوں کا ہے جن کا اس نے ہار پہن رکھا ہے اور میں نے اس سے پہلے (کبھی) ایسا ماہِ کامل نہیں دیکھا جس نے ستاروں کا ہار پہن رکھا ہو۔

(۱۰) تو اے میرے شوق (وصال)! تو کتنا دیرپا ہے، اور ہائے میری دوری اور جدائی (تیرے ستم سے مجھے کون بچانے والا ہے؟، اور اے میرے آنسو! تو کس قدر بہنے والا ہے، اور میرے دل! تو کتنا شیفتہ وشیدا ہے۔

(۱۱) واللہ فراق پیدا کرنے والی دوری نے اس محبوبہ کے ساتھ اور میرے ساتھ کھیل کیا، اور سفرِ (عشق) میں مجھے (حیرانی کا) وہ توشہ دیا جو اس نے گوہ کو دیا تھا۔ (کہتے ہیں کہ جب گوہ اپنے سوراخ سے نکل کر کہیں جاتی ہے تو دوبارہ اسے نہیں پاتی، اور حیران وپریشان پھرا کرتی ہے۔)

(۱۲) اور جس کے آباواجداد شکاری شیر ہوں اس کی رات صبح کی سی ہوتی ہے، اور اس کی خوراک زورآوری سے حاصل کی ہوئی۔

(۱۳) عظمتوں کو پالینے کے بعد مجھے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ یہ وراثت میں مجھے ملی ہیں یا اپنی محنت وکمائی سے۔

(۱۴) بہت جوان ایسے ہیں کہ ان کی طبیعت اور فطرت ہی انھیں (بغیر کسی استاد کے) شرافت وبزرگی سکھادیتی ہے جیسے سیف الدولہ نے خود ہی اپنے کو نیزہ بازی اور شمشیرزنی سکھائی۔

(۱۵) جب ملک کسی حادثہ میں اس سے مدد مانگتا ہے تو (تن تنہا) تلوار، ہتھیلی اور دل بن کر وہ اس کی بھرپور مدد کرتا ہے۔

(۱۶) ہندی تلواروں سے لوگ ڈرتے ہیں جب کہ وہ صرف لوہا ہیں، تو اس وقت (خوف ودہشت کا) کیا عالم ہوگا جب وہ قبیلہ نزار کی خالص عربی تلوار ہو۔

(۱۷) اور لوگ شیر کے دانت سے دہشت کھاتے ہیں جب کہ شیر تنہا ہی ہو، تو اس وقت (دہشت کا) کیا عالم ہوگا جب کہ اس کے ساتھ بہت سے شیر ہوں۔

(۱۸) سمندر کی موج سے لوگ خوف کھاتے ہیں حالاں کہ سمندر اپنی جگہ رہتا ہے تو اس کا خوف کتنا ہوگا جو موج زن ہو، تو سارے شہروں پر چھاجائے۔

(۱۹) وہ ادیان ومذاہب اور زبانوں کے رموز واسرار سے واقف ہے، اس کے افکار وخیالات ایسے ہیں جو اہل علم اور کتابوں کا پانی اتار لیتے ہیں۔ (یعنی وہ ایسے علمی دقائق اور فنی باریکیاں بیان کرتا ہے جن سے اہل علم کے دل اور ان کی تصانیف خالی ہیں۔)

(۲۰) خدا تجھ پر برکت نازل فرمائے، اے وہ بارانِ کرم جس کے باعث گویا ہماری کھالیں دیبا، منقش کپڑے اور یمنی چادریں اگاتی ہیں۔ (یعنی آسمانی بارش سے زمین پر سبزے نمودار ہوتے ہیں اور تیرے بارانِ کرم سے ہمارے جسم پر یہ ساری چیزیں نمودار ہوتی ہیں)

(۲۱) اور خوب خوب عطا کرنے والے، (لڑائی میں) گھوڑوں کو ہنکانے والے، (دشمنوں کی) زرہیں توڑنے والے اور آنتیں پھاڑنے والے۔

(۲۲) اہل سرحد کے لیے تیری رائے مبارک ہو اور یہ بھی کہ اے اللہ کی جماعت تو ان کے لیے معاون ومددگار بن گیا۔

(۲۳) اور تو نے وہاں زمانہ اور اس کی گردشوں کو خوف زدہ کردیا ہے، تو اگر اسے اس میں کوئی شک ہو تو اس کی زمین پر کوئی حادثہ پیدا کر دکھائے۔

(۲۴) تو کبھی شہ سواروں کے ذریعہ رومیوں کو تو ان سے دور بھگاتا ہے اور کبھی جود وعطا کے ذریعہ محتاجی اور قحط سالی ان سے دور کرتا ہے۔

(۲۵) تیری فوجیں پیہم (ان کے تعاقب میں) چل رہی ہیں، رومی سپہ سالار دُمُستُق بھاگ رہا ہے، اس کے فوجی مارے جارہے ہیں، اور اس کا مال لوٹا جارہا ہے۔

(۲۶) وہ مرعش میں (مارے خوشی اور جوش کے) دور کو قریب سمجھ کر آگے بڑھتے ہوئے آیا تھا، اور جب تو نے پیش قدمی کی تو (مارے دہشت کے) قریب کو دور سمجھتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگا۔

(۲۷) جو شخص (بزدلی کے باعث) نیزوں سے نفرت کرتا ہے وہ اسی طرح دشمنوں کو چھوڑ بھاگتا ہے، اور جسے غنیمت میں دہشت اور مرعوبیت ہی ہاتھ آئے وہ الٹے پاؤں لوٹ جاتا ہے۔

(۲۸) کیا لُقان میں اس کے قیام نے نیزوں کی نوکیں اور پتلی کمر والے صحت مند گھوڑے اس کی جانب سے پھیر دیے؟ (یعنی وہاں کے قیام سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔)

(۲۹) وہ چلتا بنا اس کے بعد کہ تھوڑی دیر دونوں طرف کے نیزے ایک دوسرے سے یوں پیوست ہوئے جیسے سونے کی حالت میں ایک پلک کے بال دوسری پلک کے بالوں سے پیوست ہوتے ہیں۔

(۳۰) لیکن رومی سپہ سالار اس وقت پیٹھ پھیر کر بھاگا جب (اس کے لشکر پر) ایسی سخت نیزہ زنی ہو رہی تھی، کہ وہ اسے یاد کرتا تو اپنا پہلو ٹٹولنے لگتا۔

(۳۱) وہ کنواری لڑکیوں، فوجی افسروں، اپنی بستیوں، پراگندہ بال پادریوں، قربانیوں (یا بادشاہ کے خاص لوگوں) اور صلیبوں کو چھوڑ گیا۔

(۳۲) میں دیکھتا ہوں کہ ہم میں ہر شخص اپنے لیے زندگی کا خواہاں، اس کا حریص اور اس پر فریفتہ وشیفتہ ہے۔

(۳۳) تو بزدل کی اپنی جان سے محبت نے اسے بچاؤ کے گھاٹ پر لا کھڑا کیا اور شیر دل کی جان سے محبت نے اسے جنگ میں لا اُتارا۔

(۳۴) دونوں رزق (نتیجے) مختلف ہیں، حالاں کہ کام ایک ہی ہے، یہاں تک کہ اس کی بھلائی اس کا جرم سمجھا جاتا ہے۔

(۳۵) تو وہ قلعہ ایسا ہو گیا کہ گویا اس کی دیوار نے اپنی بلندی کے شروع سے زمین تک ستاروں اور مٹی کو پھاڑ ڈالا ہے۔ (یعنی اس کی دیوار کی بلندی ستاروں کے اوپر تک، اور اس کی بنیاد تحت الثریٰ تک پہنچی ہوئی ہے۔)

(۳۶) تیز آندھی مارے ڈر کے اس سے رخ پھیر لیتی ہے اور پرندے اس میں دانا چگنے سے گھبراتے ہیں۔

(۳۷) (ممدوح کے) چھوٹے بالوں والے (عمدہ) گھوڑے اس کے پہاڑوں پر دندناتے پھرتے ہیں، جب کہ برف بار بادلوں نے اس کے راستوں میں روئی دُھن دی ہے۔

(۳۸) بڑی حیرت کی بات ہے کہ لوگ اس بات پر حیرت کرتے ہیں کہ اس نے قلعۂ مرعش تعمیر کیا، ان کی رائے تباہ و برباد ہو۔

(۳۹) عام انسانوں اور ممدوح کے درمیان کیا فرق رہ جائے گا جب کہ ڈرنے کی چیز سے وہ بھی ڈرے اور مشکل کام کو وہ بھی مشکل سمجھے۔

(۴۰) خلافت نے کسی عظیم مقصد ہی کی خاطر اسے، دشمنوں کے مقابلہ کے لیے تیار کیا ہے، اور ساری دنیا کو چھوڑ کر اس کا نام شمشیر براں رکھا ہے۔ (یعنی اس کا نام سیف الدولہ رکھا ہے۔)

(۴۱) (دشمنوں کے) نیزے مہربانی کی وجہ سے اس سے جدا نہیں ہوئے ہیں اور نہ دشمنوں نے محبت کی وجہ سے ملک شام اس کے لیے چھوڑا ہے۔ (بلکہ یہ دونوں چیزیں ممدوح کے قہر اور غلبہ کی وجہ سے ہوئی ہیں۔)

(۴۲) لیکن انھیں وہاں سے ایک عمدہ تعریف والے شخص نے بے عزت کر کے دور کیا ہے، جس کو نہ کبھی کسی نے گالی دی اور نہ اس نے کبھی کسی کو گالی دی۔

(۴۳) اور ایسے لشکر جرار نے (دشمنوں کو مار بھگایا) جو (اپنے وجود سے) ایک پہاڑ کو دو بنا دیتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ سخت آندھی ہو جو نرم و نازک شاخوں سے ٹکرا گئی ہو۔

(۴۴) گویا رات کے ستارے اس کی لوٹ مار سے گھبرا گئے اور اپنے اوپر گرد و غبار کے پردے تان لیے۔

(۴۵) تو اگر کوئی ایسا ہے کہ اس کی سلطنت پست اخلاقی اور کفر کو راضی کرتی ہے تو یہ وہ ہے جو اپنے رب اور بلند اخلاق کو راضی کرتا ہے۔

(۱۵)و قال ایضا فیما کان یجری بینھما من معاتبة :(ص۱۰۲)

(۱) (اے ہم نشیں!) سن، سیف الدولہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ آج مجھ سے خفا ہے؟ تمام مخلوق اس پر قربان! وہ سب سے تیز دھار والی تلوار ہے۔

(۲) اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ جب میں اس سے ملاقات کی خواہش کرتا ہوں تو درمیان میں ایسے کشادہ میدان اور لق ودق صحرا دیکھتا ہوں جن کی مجھے خواہش نہیں۔

(۳) وہ میری نشست کو اپنے آسمان سے قریب رکھتا تھا۔ جہاں میں اس آسمان کے بدرِ کامل اور ستاروں سے محو گفتگو رہتا تھا۔ (اسکی نشست گاہ کو استعارہ کے طور پر آسمان کہا ہے)

(۴) تیرا کرم بالائے کرم ہے جب کہ تجھ سے سوال ہو، اور میں بار بار حاضر ہوں جب کہ تو بلانے والا ہو اور میں لینے والے کی حیثیت سے کافی ہوں اور تو دینے والے کی حیثیت سے کافی ہے۔

(۵) اگر میں (تیری تعریف میں) سچا تھا تو کیا یہی (ناراضی) میری سچائی کا صلہ ہے اور اگر میں (اس میں) جھوٹا تھا تو کیا یہی جھوٹ کا بدلہ ہے۔

(٦) اگر میرا گناہ تمام گناہوں کا مجموعہ ہے (تب بھی قابل معافی ہے) کیوں کہ جو اپنے گناہ سے تائب ہو کر آئے تو وہ اپنے سارے قصور بالکل مٹا دیتا ہے۔

(١٦)و قال و قد عرض علی الامیر سیوف فیھا واحد غیر مذھب الخ :(ص۱۰۳)

(۱) ان دو (رنگوں) میں سب سے بہتر جن سے تلوار کو رنگا جاتا ہے خون ہے، اور اس کو رنگنے والی دو چیزوں میں بہتر غصہ ہے۔ (خیال رہے کہ تلوار کو دو رنگوں سے رنگا جاتا ہے، ایک سونے کا پانی، دوسرے خون۔ اور تلوار کو رنگنے والی دو چیزیں ہیں ایک تو رنگ چڑھانے والے کی مہارت اور دوسرے تلوار چلانے والے کا غصہ۔)

(۲) تو تم اسے سونے سے عیب دار نہ بناؤ، کیوں کہ سونا اور آب ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے۔ (یعنی سونا چڑھانے سے تلوار کی آب داری اور تیزی جاتی رہتی ہے۔)

(۱۷)و قال فیه یعوده من دُمّل کان به :(ص۱۰۴)

(۱) جس (مرض) نے تمھیں تکلیف پہنچائی ہے کیا اسے معلوم ہے کہ وہ کس (بلند رتبہ شخصیت) کو تکلیف پہنچا رہا ہے؟ اور کیا حوادث ومصائب آسمان تک چڑھ جاتے ہیں؟۔

(۲) اور تیرا جسم ہر مرض کی ہمت سے بالاتر ہے، تو ان میں سے ایک ادنیٰ بیماری کا اس سے قریب ہونا حیرت انگیز ہے۔

(۳) زمانہ پیار ومحبت میں تجھ سے دل لگی کرتا ہے، اور کبھی پیار میں محبوب کو تکلیف پہنچ جاتی ہے۔

(۴) دنیا تجھے کسی چیز سے کیسے مریض بنا سکتی ہے، جب کہ تو خود دنیا کی بیماری کا طبیب ہے۔

(۵) اور تجھے کسی بیماری کی شکایت کیسے لاحق ہو سکتی ہے حالاں کہ پیش آنے والی مصیبتوں میں تجھی سے فریاد کی جاتی ہے۔

(٦) تو اس دن میں قیام سے اکتا جاتا ہے جس میں سچی (زوردار) نیزہ بازی اور بہتا ہوا خون نہ ہو۔

(۷) تو ایسا (جفاکش) مرد ہے کہ عزم وہمت کی وجہ سے نرم وگداز گدے اسے بیمار بنا دیتے ہیں اور جنگیں اسے شفا دیتی ہیں۔

(۸) تجھے اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ تو گھوڑوں کو اس حالت میں دیکھنا چاہتا ہے کہ ان کے پیر گرد آلود ہوں۔

(۹) وہ برابر پیش قدمی کر رہے ہوں اس حال میں کہ انھیں دشمنوں کی سرزمین مل رہی ہو اور گندم گوں نیزوں کو ان کی گردنیں اور کرونٹیں مل رہی ہوں۔

(۱۰) تو لوٹتے ہوئے ان کی باگیں ڈھیلی کر دے، کیوں کہ ان کا مطلوب بعید قریب ہی ہے۔